اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں (۱) تفسیر القرآن (۲) شرفِ انسانی (۳) خلافت راشدہ کا قیام عطا فرمائی ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۶۹ء بمقام دارالذکر۔ لاہور)

☆ اپنی قوت اور طاقت کے مطابق تدبیر کو انتہا تک پہنچا دو۔

☆ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ ریاء کی بیماریوں کا علاج ہے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا پورے فکر، غور، تدبر کے ساتھ مطالعہ کریں۔

☆ قرآن کریم کو شرف انسانی کے قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

☆ خلافت ایک نعمت ہے اس کی قدر کریں۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کے الفاظ میں ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ مجھ سے مدد مانگنے سے قبل میری پہلی عطایا کی قدر کرو۔ میں نے تمہیں قوتیں، قابلیتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں۔ تمہارے اندر رفعتوں کے حصول کا مادہ ودیعت کیا ہے۔ تمہارے لئے اپنے قرب کی راہوں کو آسان کیا ہے۔ میں نے تمہیں اپنا مقرب بنانے کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے ان رفعتوں کے حصول اور ان سیدھی راہوں پر چلنے کے لئے میں نے جو سامان پیدا کئے ہیں تمہارا فرض ہے کہ تم ان کی قدر کرو اور اپنی تدبیر میں پوری طرح انہماک اور جدوجہد کے ساتھ مشغول رہو۔

غرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنیادی طور پر جتنی بھی طاقتیں اور قوتیں عطا کی ہیں صرف اس لئے عطا کی ہیں کہ ان کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکے۔ اسلام کی حسین تعلیم نے ان چیزوں کو بھی جو ایک دنیادار کی نگاہ میں دنیوی حیثیت کی حامل ہیں اخلاقی اور روحانی بنا دیا ہے انسان طبعاً اپنے ساتھی سے محبت اور پیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ فرمایا کہ تمہاری فطرت کے اس تقاضا کو بھی میں نے اس لئے بنایا ہے کہ اس طرح بھی تو میری محبت اور رضا کو حاصل کرے یعنی اگر لوگ یہ نیت کر لیں کہ ہم نے اپنے ساتھی کے ساتھ یا اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہے اس کے جذبات کا خیال رکھنا ہے اس کے آرام کا خیال رکھنا ہے اور یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرنا ہے تو اس صورت میں انسان کی یہ نیک نیتی اس کے دنیوی اور ذاتی کاموں کو بھی روحانی رنگ دے دے گی۔ اُس کے اس خلوصِ نیت کے باعث اس کے اعمال پر جو رنگ چڑھے گا وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی محبت کی نگاہ کا مورد بنا دے گا۔

پس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں اور استعدادوں کو بھی اور اسی طرح انسان کو ملنے والی دوسری ہر قسم

کی نعمتوں کو بھی صحیح اور پورے طور پر استعمال میں لانا نہایت ضروری ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے الفاظ میں ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ جب تم ہر عطائے الٰہی کو فضل الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنانے کی کوشش کرلو گے اور اپنی تدبیر کو انتہا تک پہنچا دو گے تو پھر میرے پاس آنا اور نہایت عاجزانہ اور منکسرانہ طور پر میرے حضور یہ عرض کرنا کہ اے خدا! تو نے اپنے فضل سے مجھے یہ قوتیں عطا کیں اور ان کی نشوونما کے لئے ہر قسم کے سامان پیدا کئے۔ میں نے اپنی قوت کے مطابق اپنی طاقت کے مطابق اور اپنی استعداد کے مطابق تیرے عطا کردہ سامانوں کو تیری رضا کے حصول کے لئے استعمال کیا لیکن نہ تو میرا بھروسہ اپنی ان قوتوں اور طاقتوں اور استعدادوں پر ہے جو تو نے مجھے عطا کی ہیں اور نہ میرا تکیہ اُن اسباب پر ہے جو تو نے میرے لئے پیدا کئے ہیں۔ یہ قوتیں اور طاقتیں بے نتیجہ اور یہ استعدادیں بے کار ہو جاتی ہیں اور یہ اسباب بے سود ہو کر رہ جاتے ہیں اگر تیرا فضل شامل حال نہ ہو اس لئے تو اپنا فضل فرما اور اپنی رحمت سے ہماری کوششوں میں برکت ڈال تا کہ ہمیں اپنی زندگی کا مقصد حاصل ہو جائے۔

پس اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں اور دوسری نعماء کماحقہٗ استعمال کریں۔ اُن سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں، تدبیر کریں اور پھر اس کو انتہا تک پہنچائیں اور پھر اپنی کوششوں پر تکیہ نہ کرتے ہوئے اُسی سے دعا کرتے رہیں اور اس کے حضور جھکے رہیں کیونکہ دین و دنیا کی کوئی بھی بھلائی اور بہتری اُس کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے سب سے بڑی نعمت قرآن عظیم ہے۔ یہ ایک مکمل ہدایت نامہ اور کامل شریعت ہے یہ سرچشمہ ہے ہر خیر کا، یہ منبع ہے ہر برکت کا اور یہ ذریعہ ہے ہر فیض کے پانے کا۔ لَا رَیْبَ یہ ایک عظیم کتاب ہے جس کی عظمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اس عظیم کتاب کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ یہ کتاب مبین ہے یعنی اس کے وہ عمیق اسرار جو ہم سے پہلوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل کئے اور ہم تک پہنچائے۔ جب تک اُن کے لئے ان اسرار اور ان رموز اور ان نئی سے نئی حکمتوں، دلائل عقلیہ اور فلسفہ یا اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کی نئی راہوں کی نشاندہی نہیں ہوئی تھی یہ ساری چیزیں قرآن کریم کے دوسرے حصے یعنی کتاب مکنون کا حصہ تھیں لیکن جب ہمارے اسلاف میں سے نامور بزرگوں نے قرآن کریم کے بعض حقائق کو ہمارے سامنے پیش کیا، اس کے اسرار اور رموز سے پردہ اُٹھایا، عقلی اور نقلی دلائل سے اس کی صداقتوں کو ثابت کیا تو ان کی اس تشریح و توضیح کے نتیجہ میں

ہمارے لئے یہ کتاب مبین بن گئی کیونکہ اس کے رموز و اسرار پر سے پردہ ہم سے پہلے آنے والوں نے اُٹھایا تھا لیکن جس طرح گلاب کے پھول کی پتیاں ایک کے بعد دوسری کھلتی ہیں اور خر دنمائی اور حسن وخوبصورتی کو دوبالا کرتی چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح قرآن عظیم کی علم وعرفان کی باتیں گلاب کے پھول کی پتیوں کے مشابہ ہیں۔ جب اس کے پُرحکمت کلمات پر سے پردہ اُٹھتا ہے تو ہمیں نیچے اور پتیاں نظر آتی ہیں۔ ایک نیا زمانہ آتا ہے ایک نئی نسل پیدا ہوتی ہے وہ قرآن مبین سے یعنی جو پہلے تفسیر ہو چکی ہے اس سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔ پھر لوگ دعائیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے ان کیلئے نئی پتیاں کھلتی ہیں اسرار روحانی سے پردہ اُٹھاتے جاتے ہیں انہیں نئے طریقوں کا علم ہوتا ہے نئے علوم کا پتہ لگتا ہے۔

قرآن کریم کا ایک پہلو تو مبین ہے اور اس پہلو میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر نسل اضافہ کرتی چلی آئی ہے اور ہر نسل ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کتابِ مکنون اور اس کی حکمتوں کی وارث بھی بنتی رہی ہے۔ ہر نسل کو نئے سے نئے علوم حسبِ ضرورت اور بتقاضائے حالات دیئے جاتے رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس نے کسی چیز کو بے سہارا نہیں چھوڑا۔

ہمارے اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تاثیروں نے اس انتہائی جوش کی حالت میں آئندہ زمانوں کے لئے بہت سے اسرار کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیئے اور جن کا ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ اُن کے لئے یہ سامان پیدا کر دیئے کہ ان کا سمجھنا نسبتاً آسان ہو جائے کیونکہ ایک حد تک تفسیر ہو چکی ہے اور ایک حد تک باقی ہے۔ بہر حال اس وقت اس قرآن عظیم کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کی کتب میں پائی جاتی ہے اگر ہم قرآن عظیم سے دین اور دنیا کی خیر حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اِس نعمت کی قدر کریں اگر ہم قرآن کریم کی ہدایتوں کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اگر ہم قرآن کریم کے احکام کی پابندی نہیں کریں گے اگر ہم قرآن کریم سے اس قسم کا عشق نہیں کریں گے تو ہمیں دین اور دنیا کی بھلائی کس طرح مل سکتی ہے ہمیں اس نعمت کی حتی المقدور قدر کرتے رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تاثیرات سے ہمیں بھی کتابِ مکنون کا حصہ ملتا رہے جو ہماری زندگی کی پریشانیوں کو دور کرنے والا اور اُلجھنوں کو سُلجھانے والا ہو۔ پس اگر ہم مبین والے حصے کی جو دراصل ایک عظیم نعمت ہے جو ہمیں دی گئی ہے اس کی قدر نہ کریں اور اس سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو ہماری دعائیں

قبول نہیں ہوں گی ۔اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے پہلے اُس کی قدر کرو یعنی اُسے پورا پورا استعمال کرو اور اس سے کما حقہ، فائدہ اُٹھاؤ۔ پھر میرے پاس آ ؤ اور کہو اے خدا! تو نے ہماری فطرت میں ایک غیر محدود Urge (خواہش) ایک جذبہ اور ایک شوق رکھا ہے۔ہم پہلوں سے جو حاصل کر سکتے تھے وہ ہم نے حاصل کیا اب ہم دعا کرتے ہیں کہ تو اپنے فضل سے ہم پر مزید ترقیات کے دروازے کھول دے اور ہمیں قرآن عظیم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اور قربانیاں دینے اور ایثار دکھانے کی توفیق عطا فرما لیکن اگر ہم پر جو عطا ہو چکی ہے جو کچھ ہمیں مل چکا ہے ہم اس کی قدر نہ کریں اُس کا صحیح استعمال نہ کریں۔اُس سے پورا فائدہ نہ اُٹھائیں تو ہماری دعا ردّ کر دی جائے گی۔اس قسم کی دعا ہمارے منہ پر ماردی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میں نے تمہیں دیا ہے اس کی تو تم نے صحیح قدر نہیں کی اور اس سے تو تم نے پورا فائدہ نہیں اُٹھایا اب جس چیز کو مجھ سے مانگ رہے ہو اس سے تم کیسے فائدہ حاصل کرو گے یا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کیسے کر سکو گے؟ پس ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے جو کچھ مل چکا ہے اس کی قدر کرو اور اس سے حتی المقدور فائدہ اُٹھاؤ، اپنی قوت اور طاقت کے مطابق اپنی تدبیر کو انتہا تک پہنچا دو اور اس کے بعد میرے پاس آ ؤ اور مجھ سے مانگو، میں تمہیں نئی نعمتیں دوں گا، میں تم پر اپنے فضلوں کے دروازے کھولوں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ ریاء اور نمائش کے زہر کا تریاق ہے کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے تمہیں جتنی قوتیں اور طاقتیں عطا کی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر صرف اس کی رضا کے حصول کے لئے ہیں۔اُس کے اخلاق کا رنگ اپنے اوپر چڑھانے کے لئے ہیں۔پس جب انسان اپنی تمام قوتوں اور طاقتوں اور دوسری ہر قسم کی نعمتوں کا استعمال اور ان سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش محض اس لئے کرے کہ خدا تعالیٰ کی رضا اس کو حاصل ہو تو پھر ریاء نہیں ہوگا نمائش نہیں ہوگی، کسی کو دکھانے کی خواہش نہیں ہوگی۔نمائش کے ذریعہ سے لوگوں کی واہ واہ حاصل کرنے کی خواہش اور ارادہ نہیں ہوگا۔یہ مقام تو فنا کا مقام ہے جب غیر اللہ سے دل تہی ہو جاتا ہے تو اس میں صرف اللہ تعالیٰ کا خیال رہ جاتا ہے جو شخص ہر مخلوق شجر حجر وغیرہ کو استعمال میں لا کر فائدہ اُٹھا سکتا ہے ہر نعمت کو جو آسمان سے آتی اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ذریعہ سے نازل ہوتی ہے اس کو محض اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور جو بھی میں نے کرنا ہے وہ

خدا تعالیٰ کے لئے کرنا ہے تو پھر انسان کے کسی بھی عمل میں ریاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے انسان کے کسی بھی کام میں حتی کہ اس کے دماغ کے کسی گوشہ میں بھی ریاء کا کوئی دخل ہی نہیں ہوسکتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ ریاء کی بیماریوں کا علاج ہے کیونکہ انسان جب سب کچھ کرنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ مَیں نے یہ اپنی کسی قوت پر اور نہ اپنی کسی قابلیت پر بھروسہ کرنا ہے اور نہ ہی دوسری نعمتوں کو خدائی کا درجہ دینا ہے بلکہ سب کچھ کرنے کے بعد یہ سمجھنا ہے کہ میں نے کچھ نہیں کیا، سب کچھ کر لینے کے بعد اور تدبیر کو انتہا تک پہنچانے کے بعد بھی میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہتے ہوئے جھکنا ہے اور یہ کہنا ہے کہ میں نے جو کچھ کرنا تھا وہ میں نے کر لیا ہے جو کچھ میں کر سکتا تھا یا جو میرے بس میں تھا وہ تو ہو چکا لیکن میں جانتا ہوں کہ اس کے باوجود میں تیرے فضلوں کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک تیرا ارادہ، تیری مدد، تیری نصرت میرے ارادے اور میری کوشش کے شامل حال نہ ہو۔ پس اس صورت میں اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کے دعائیہ الفاظ انسانی تکبر اور غرور اور نخوت کے بھوت کی گردن پر ایک تیز چھری کا کام دیتے ہیں۔ اس دعا کے ذریعہ انسانی تکبر اور غرور اور نخوت کے بھوت کا سر کچل دیا جاتا ہے اور انسان تکبر اور غرور، نخوت اور خود بینی کے زہر سے ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے کیونکہ انسان کے لئے اس دنیا میں اس زندگی میں ایک ہی موت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے فنا ہو جانے کی موت ہے یہ موت بھی ہے اور ایک لِقا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا اور اللہ تعالیٰ کے ذریعہ سے بقا اور زندگی کا حصول ہے۔

پس اس وقت جو سب سے بڑی نعمت مجھے نظر آتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ بھی غور کریں تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سب سے بڑی نعمت جو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرآن کریم کی تفسیر کے خزانے ہیں کہ جن سے ہم جتنا بھی فائدہ اُٹھائیں یہ خزانہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔ اس لئے اِس خزانے کی قدر کرنا ضروری ہے اور اپنے چھوٹے بڑے ہر قسم کے مسائل کو اس کی روشنی میں سلجھانا ضروری ہے۔ اگر ہم اپنی طرف سے اپنی زندگی کے مسائل کو سُلجھانا شروع کریں گے تو ناکام ہوں گے۔ قرآن کریم کی ہدایت ہی کے ذریعہ انفرادی اور اجتماعی مسائل کا صحیح حل تلاش کیا جا سکتا ہے اس کے بغیر ممکن نہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ہمارے لئے ایک کامل ہدایت نامہ بنایا اور پھر قرآن کریم کی اس کامل ہدایت اور حسین تعلیم کو سمجھنے کے

لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ایک نہایت ہی اہم چیز یعنی آپ کی تفسیر ہمارے ہاتھ میں دے دی اگر اس کے بعد بھی ہم غافل ہو جائیں تو ہم سے بڑھ کر بدقسمت انسان کوئی نہیں ہوگا۔ اس لئے میں بار بار جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ ایک خزانہ ہے اس کے دروازے کھولو، کتابیں پڑھو اور اُن پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ایک عطا مثلاً زبان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زبان صرف اس لئے نہیں دی کہ ہم کھانے کی چیزوں کا مزہ چکھیں یا ہم باتیں کریں۔ یہ اغراض تو ساتھ ہی حاصل ہو جاتی ہیں جس طرح پنجاب کی ضرب المثل ہے کہ بعض چیزیں ''جھنگے وچ مل جاندیاں نیں'' زبان کے ذریعہ مزہ چکھنا یا باتیں کرنا ذیلی ہیں اللہ تعالیٰ نے زبان ہمیں اس لئے عطا کی ہے کہ ہم اس کو ذکر الٰہی کرنے کا ذریعہ بنائیں اور ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہیں اور یہ ایک بڑی نعمت ہے اس لئے کہ جو ذکر زبان سے کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچتا ہے اور اس کے لئے نہ مال خرچ کرنا پڑتا ہے اور نہ دنیوی اسباب لگانے پڑتے ہیں، نہ اپنے کاموں کا حرج کرنا پڑتا ہے۔ صرف عادت ڈالنے کی بات ہے اس لئے نیکی کی عادت ڈالنی چاہیئے ہم اپنی زندگی کا ہر زندہ لمحہ جو سویا ہوا نہیں ہوتا بلکہ بیدار ہوتا ہے اس کو ہم ذکرِ الٰہی میں لگا سکتے ہیں۔ پس زبان کی اصل غرض یہ ہے کہ یہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قلب میں رقت طاری ہو جانے کی ایک طاقت و خاصیت رکھی ہے جسے خشوع وخضوع بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عبادت کرتے وقت اس طاقت کو بھی استعمال کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ دل کے بڑے سخت ہوتے ہیں اُن پر خشوع وخضوع کی حالت کبھی طاری نہیں ہوتی حالانکہ بعض صوفیاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے چالیس دنوں میں ایک دن بھی (انہوں نے بڑی ڈھیل دی ہے درحقیقت چالیس کا سوال نہیں اگر کسی کی آنکھ سے روزانہ) آنسو نہ بہیں تو اسے اپنی فکر کرنی چاہیئے وہ ہلاکت اور جہنم کی طرف جا رہا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ بڑا فضل کیا ہے کہ ہمارے دل میں یہ قوت اور طاقت ودیعت کی ہے کہ اس کی یاد میں اور اس کی محبت میں اور اس کی محبتوں کے جلوؤں کی تلاش میں خشوع وخضوع کی حالت پیدا کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کسی کو یہ توفیق ملتی ہے تو اُس کا ہر وہ آنسو جو ریاء کے بغیر جو خود نمائی کے بغیر جو محض خدا تعالیٰ کے لئے انسان کی آنکھ سے ٹپکتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنے دامنِ رحمت میں جذب کر لیتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اس میں ریاء اور تکبر اور خود نمائی اور خود رائی نہیں ہونی

چاہئے۔ یہ دو باتیں تو میں نے ضمناً بیان کر دی ہیں میں قرآن کریم کی تفسیر کے سمجھنے کے سلسلہ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی قوت دی ہے اور یہ ہے فکر اور غور کرنے کی قوت اور یہ اس لئے دی ہے کہ ہم قرآن اور اس قرآن عظیم کی جو تفسیریں پہلے بزرگوں نے کی ہیں اور اب اس زمانے میں جو بہترین تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے اور جس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہے اور پھر جو تفسیر آپ کے خلفاء کی کتابوں میں پائی جاتی ہے اس کو ایک نعمت سمجھتے ہوئے اس کے سمجھنے سمجھانے کے لئے غور و فکر کریں اور ان حقائق سے پُر کتابوں کو مہجور کر کے نہ چھوڑ دیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے ذریعہ قرآن کریم کے حقائق سمجھ کر ان پر عمل پیرا رہنے پر ہماری نجات منحصر ہے اسی میں ہماری اپنی خوشحالی اور ہماری اگلی نسلوں کا آرام اور خوشحالی کا راز مضمر ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو بار بار پڑھنا اور ان سے فائدہ اُٹھانا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کے ماتحت آتا ہے کیونکہ یہ ایک عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ فضل ہے تم اس سے فائدہ اُٹھاؤ اور جب فائدہ اُٹھانے کی پوری تدبیر کر لو اور جب ان تفسیروں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اپنی تمام قوتوں اور طاقتوں اور سامانوں کے استعمال پر اپنا پورا زور لگا چکو تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے پھر میرے حضور آؤ اور مجھ سے مانگو اور کہو کہ اے ہمارے رب! تو نے ہم پر بڑی نعمتیں نازل کیں اور تو نے سب سے بڑی نعمت قرآن عظیم کی شکل میں عطا کی اور پھر ان کی تفسیر کرنے کے لئے تو نے دنیا میں اپنے مطہرین کا گروہ بھیجا، اُنہوں نے تفسیریں لکھیں، پھر تو نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور ہمیں اُن پر ایمان لانے کی توفیق بخشی، ہم نے آپ کی کتابوں کو پڑھا اپنی طرف سے ان کو سمجھنے کی مقدور بھر کوشش کی، اپنی طرف سے یہ کوشش بھی کی کہ جن ہدایتوں پر وہ مشتمل ہیں اُن پر عمل پیرا رہیں لیکن ہماری یہ ساری کوششیں بے کار ہیں۔ اگر تیرا دست قدرت یاوری نہ کرے، ہم فائدہ تو تب ہی حاصل کر سکتے ہیں جب کہ تیری مدد ہمارے شامل حال ہو، جب تیری نصرت کے ہم مستحق ٹھہریں۔ پس اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہم تیرے پاس مدد و نصرت لینے کے لئے آئے ہیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ تیری مدد کے بغیر ہماری کسی کوشش یا تدبیر کا کوئی نتیجہ کہیں نکل سکتا ہے اور نہ اسباب کے کسی استعمال کا فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ کسی فکر اور غور اور تدبر کا نہ خشوع کا کیونکہ خشوع و خضوع میں بھی بعض دفعہ شیطان کا دخل آ جانے سے بناوٹ آ جاتی ہے۔ انسان خود رو رہا ہوتا ہے اور دراصل وہ شیطانی آنسو ہوتے ہیں، اُسے خود بھی پتہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت

میں رکھے تو امان ہے ورنہ امان کہیں بھی نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عبادت کے تقاضے کو پورا کرلو گے تو پھر میں تمہارے اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہنے کی رو سے تم نے جو مجھ سے مدد مانگی ہے اور نصرت طلب کی ہے وہ میں تمہیں عطا کروں گا میں تمہاری مدد کے لئے آ جاؤں گا لیکن میری مدد کے حصول سے قبل تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں عبادت کے جن تقاضوں کا ذکر ہے تم ان تقاضوں کو پورا کرنے والے بنو کیونکہ جو شخص خدادادقوتوں اور طاقتوں اور اس کی عطا کردہ دوسری نعمتوں سے لاپروا ہی برتتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور شوخی اور گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔ پس ادب کا طریق اور عاجزی کی راہ یہی ہے کہ ہم اس کی عطا کردہ قوتوں یا صلاحیتوں یا دوسرے مادی اسباب اور روحانی نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں لیکن اُن کو بُت بھی نہ بنائیں یہ سمجھنا تو حماقت ہے کہ کوئی شخص اپنی قوت، اپنی قابلیت یا اپنی عقل وفراست یا اپنے فکر وتدبر کے نتیجہ میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ ساری چیزیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو روحانی نعمتیں بخشی ہیں ان کے صحیح استعمال کے باوجود ہم روحانی رفعتیں حاصل نہیں کر سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو کیونکہ روحانی رفعتیں یا روحانی بلندیاں جن ستونوں کے سہاروں پر کھڑی ہیں وہ انسان کے بنائے ہوئے ستون اور سہارے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے ستون اور سہارے ہیں۔ ان سہاروں کے بغیر انسان رفعتوں اور بلندیوں پر کھڑا رہ ہی نہیں سکتا جو شخص اپنے آپ کو بڑا بلند سمجھنے لگتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کا سہارا نہیں لیتا وہ بلندیوں سے گرتا ہے اور اس کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں اور اس کا درختِ وجود ذرّہ ذرّہ ہو کر رہ جاتا ہے جس طرح افریقہ کا جنگلی بھینسا جب غصے میں کسی انسان کو اپنے پاؤں تلے روندتا ہے تو بتانے والے بتاتے ہیں کہ انسانی جسم کے ذرّوں کو ڈھونڈنا بھی مشکل ہو جاتا ہے یہ تو خدا تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے مگر جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جائے اس کے جسم کے کروڑویں حصہ کا بھی کہیں پتہ نہیں لگ سکتا۔ پس ان برائیوں سے بچتے رہنا چاہئے لیکن یہ نہیں کہ ہم خدادادقوتوں اور صلاحیتوں کو نظر انداز کر دیں اور کوئی کوشش نہ کریں، کسی تدبیر کو عمل میں نہ لائیں مگر دعا یہ ہو اللہ تعالیٰ سے کہ یہ ہو جائے اور وہ ہو جائے ایسی دعا ہرگز قبول نہیں ہو سکتی یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے ایک زمیندار اپنے کھیت میں گندم کا بیج نہ ڈالے اور چھ مہینے تک یہ دعا کرتا رہے کہ اے خدا! مجھے اس کھیت سے بہت سا رزق عطا فرما۔ اگر کسی کے کھیت سے

چالیس من گندم نکلا کرتی ہے تو میرے کھیت سے سَو من نکلے لیکن اس نے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں بویا ہوتا اگر وہ ان چھ ماہ کے دوران ہر رات خدا کے حضور دعائیں کرتا رہے تب بھی اس کی دعا قبول نہیں ہوگی اس لئے کہ اسے خدا تعالیٰ نے جو قوت عطا کی تھی اور اس مقصد کے حصول کے لئے جو سامان اور ذرائع پیدا کئے تھے ان کی اس نے قدر نہیں کی اور ان کے استعمال کرنے کو نظر انداز کر دیا لیکن دوسری طرف ایک وہ شخص ہے جو اپنے کھیت میں وقت پر گندم کا بیج بوتا ہے اور بڑی محنت سے اس کی دیکھ بھال بھی کرتا رہتا ہے اور پھر ساتھ ہی دعا بھی کرتا رہتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کی دعا قبول ہو کیونکہ خدا تعالیٰ تو مالک بھی ہے، وہ تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ ہمارا خادم تو نہیں ہے کہ ہم جو بھی اس سے کہیں وہ اسے فوراً مان لے اگر وہ کوئی دعا قبول کرتا ہے تو یہ اس کا احسان ہے یہ اس کا فضل ہے۔ ہمارا کوئی حق نہیں بنتا کہ وہ ضرور ہماری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس قسم کے نظارے بھی دکھاتا رہتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے پورا فائدہ بھی اُٹھاتا ہے اپنے ذرائع کو کما حقہ، استعمال بھی کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے میں بھی لگا رہتا ہے۔ بایں ہمہ اس کی کوشش بے سود، اس کی تدبیر بیکار اور اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور یہ واقعات ہمارے لئے عبرت کے اسباق کے طور پر رونما ہوتے ہیں اور اس کے بعد بھی کسی کی روحانی اور جسمانی آنکھ نہ کھلے تو ایسے شخص سے بڑھ کر بدبخت کون ہوسکتا ہے۔ ابھی چند دن ہوئے مجھے ضلع کیمل پور کے ایک دوست نے لکھا کہ ہمارے گاؤں کی خریف کی فصل بڑی اچھی تھی اور لوگ امید لگائے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنت میں برکت ڈالے گا اس لئے اس سے ہمیں کافی رزق حاصل ہوگا اس نے لکھا کہ آٹھ دس دن ہوئے بارش ہوئی تھی (ہمارے ربوہ میں بھی ہوئی تھی، لاہور میں بھی ہوئی تھی) اس بارش کے دوران صرف ایک منٹ کے لئے ژالہ باری ہوئی اور کھیتوں میں کھڑی ہر چیز کو زمین کے ساتھ ملا دیا اور ان کے لئے رزق کی کشادگی کے جو سامان نظر آ رہے تھے سارے کے سارے ختم ہوگئے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اگر وہ دعاؤں میں لگے رہے تو ان کے رزق کے سامان پیدا ہو جائیں گے ان میں احمدی بھی ہیں اور دوسرے بھی ویسے ان معاملات میں احمدی غیر احمدی کا کوئی سوال نہیں جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے دیتا ہے مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کے نتیجہ میں ان کی تنگی کو دور کر دے گا کیونکہ خدا بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اس واقعہ سے لوگوں کو یہ سبق دینا مقصود تھا کہ تدبر کو انتہا تک پہنچانے کے بعد بھی جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ

میں محض اپنی تدبیر کے ذریعہ نیک نتیجہ پیدا کرلوں گا وہ بڑا ہی احمق اور غلطی خوردہ ہے نیک نتیجہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے اوراس کے بارے میں آگے آئے دن مختلف نظارے ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے فائدہ اُٹھانے کے لئے فطری قوت کا صحیح اور پورا استعمال ہونا چاہیئے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قوت بطور احسان کے عطا فرمائی ہے اس لئے مسائل پر غور کرتے رہنا چاہیئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے ماتحت ہماری بہتری کے لئے اپنے اوپر ایک کامل فنا وارد کی اور خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں کامل طور پر گم کر دینے کی مقبول کوشش کی۔(یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس کوشش کو قبول فرمایا) اوراس کا نیک نتیجہ یہ نکالا کہ جو آپ چاہتے تھے وہ عمل میں آ گیا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنا زبردست مجاہدہ کیا کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوگیا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آپ کا وجود باقی نہ رہا اور اکمل طور پر فَنَا فِی الرَّسُوْلِ کا مقام عطا ہوا۔ویسے تو اُمت محمدیہ کے تمام اخیار وابرار ظلّی طور پر اس فناء کے مقام کو حاصل کر کے ہی سب کچھ پاتے رہے لیکن اس راہ میں ان کی ظلیت اوران کی فنا کامل نہیں ہوتی تھی اور آئندہ بھی اس معنی میں کامل نہیں ہوگی۔پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک وجود ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو فَنَا فِی اللّٰہِ اور فَنَا فِی الرَّسُوْلِ کا بلند ترین مقام عطا ہوا۔اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی آپ نے اپنے آپ کو کامل طور پر فنا کر دیا اور اپنے نبی متبوع حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں بھی ایسے گم ہوگئے اور آپ کے ایسے کامل ظل بنے اور ایک دوسرے میں اس طرح مدغم ہوگئے کہ گویا ایک ہی تصویر کے دو رخ بن گئے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حقیقت کو ایک اور مثال دے کر واضح کیا ہے اور اپنی کتابوں میں اس کا کثرت سے ذکر فرمایا ہے۔حضور نے فرمایا ہے کہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کا شفاف آئینہ ہو ایسا مصفّٰی آئینہ کہ جس سے زیادہ مصفّٰی ممکن نہ ہو اس شفاف اور مصفّٰی آئینہ میں جب کوئی شخص اپنی شکل دیکھتا ہے تو اس میں اس کے صحیح اور اصلی نقوش منعکس ہو جاتے ہیں چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس روحانی فرزند کے آئینہ محبت میں نگاہ ڈالی تو آپ کی شکل مبارک کا کامل انعکاس اس کے اندر جلوہ گر ہو گیا اوراس طرح دونوں ایک ہی وجود (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے دو دو جلوے بن گئے اس کمالِ فنا اوراس کمال ظلیّت کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ روحانی مقام حاصل ہوا کہ ہزاروں

لاکھوں ابرار اور اخیار اور مجددین اور خلفائے راشدین آپ کی ماتحتی میں قیامت تک پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور یہ سارے کے سارے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض سے حصہ لیتے رہیں گے اور اب جو بھی روحانی مقام ہے وہ دراصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور آپ کے روحانی فیض کا نتیجہ ہے ورنہ اور کچھ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے روحانی فیض سے کامل طور پر مستفیض ہوئے۔ آپ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اپنے آپ کو ایسا کھو دیا اور آپ پر اس قدر فدا ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی کامل ظلیّت میں آپ نے ایسا مقام حاصل کیا کہ مَنْ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الْمُصْطَفٰى فَمَا عَرَفَنِيْ وَمَا رَاٰى (خطبہ الہامیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۲۵۹) کہ جس نے میرے اور میرے نبی متبوع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے درمیان فرق کیا اس نے میرے مقام کو نہیں پہچانا اور جو بعد میں آنے والے ہیں وہ بھی آپ کے ظل ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کو پانے والے ہیں اور ان کے لئے بھی کتابِ مکنون سے اپنے اپنے زمانے کے حالات اور اپنی اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق معنی کھلتے چلے جائیں گے اور کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کیلئے رموز قرآنی اور اسرار کتاب ربّانی بتائے گئے ہیں اور آپ کی کتابوں پر جتنا کوئی غور کرے اتنے ہی نئے سے نئے علوم اور نئے سے نئے معرفت کے نکتے اسے ملتے رہتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا پورے فکر اور غور اور تدبر کے ساتھ مطالعہ کرنا ہر احمدی کا فرض ہے اور ہر احمدی ماں اور باپ کا یہ فرض ہے کہ اس کا بیٹا بھی اور اس کی بیٹی بھی خدا تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور قرآن کریم کی تفسیر کو سیکھنے والے ہوں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھتے رہیں تا کہ قرآنی علوم سے وہ بہرہ ور ہوتے رہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی بنیادی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت قرآن عظیم ہے اور اس کی خصوصاً وہ تفسیر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کو جو نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات ہر وقت تمہارے سامنے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مختلف نعمتیں عطا کی ہیں مثلاً مختلف قوتوں یا قابلیتوں کی شکل میں، مختلف اسباب کی شکل میں یا قرآن کریم کی مختلف تفاسیر کی شکل میں یا زبان کی شکل میں یا خشوع وخضوع کی شکل میں یا فکر وتدبر کی شکل میں یہ ساری خدا داد قوتیں اور قابلیتیں اور یہ سارے

ساز وسامان اور یہ سارے خداداد ملکات خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول میں خرچ ہونے چاہئیں۔ جب اس طرح عبادت کی جائے اور دنیوی اعمال بجالائے جائیں تو پھر تم اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہنے کے مستحق ٹھہرتے ہو پھر تمہیں میرے حضور دعا کرنی چاہئے اور مجھ سے ہی مانگتے رہنا چاہئے اور یہ دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول فرمائے اور مزید رفعتوں کے حصول کے دروازے کھول دے۔ پس اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت تو قرآن کریم ہے اور پھر اس کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم نعمت ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفاسیر کی شکل میں عطا کی ہے۔ اس لئے اس کی قدر اسی طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے رہنے کا تسلی بخش انتظام ہوتا رہے۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک اور عظیم نعمت جس کا میں اس وقت ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ شرف انسانی ہے۔ قرآن کریم کے متعدد مقامات پر اس انسانی شرف کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں خدائے رحمان جس نے اس کامل کتاب کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے یہ اعلان کرتا ہوں کہ قرآن کریم کو شرف انسانی کے قائم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے تمہارا شرف اور تمہارا مرتبہ، تمہاری عزت اور تمہارا احترام قائم ہو۔ غرض انسان کی عزت اور اس کے شرف کو قائم کرنے کے لئے قرآن کریم نازل کیا گیا ہے۔ اس بنیادی نکتہ کو بھول جانے کی وجہ سے دنیا میں بدامنی اور بے چینی، فساد اور ظلم کا دور دورہ ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے مسلمانوں نے فراموش کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دن بدن تنزل کی گہرائیوں میں اُترتے چلے گئے جہاں تک انسان ہونے کا تعلق ہے امیر غریب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کا مرتبہ اور شرف اور عزت ایک جیسی بنائی ہے بنیادی طور پر انسان شرف کے لحاظ سے تمام لوگ باہم برابر و یکساں ہیں۔ قرآن کریم نے انسانی شرف اور عزت میں باہم مساوات کا اعلان کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہاں تک کہلوایا ”اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ فرمایا۔ اے اشرف المخلوقات جہاں تک اشرف المخلوقات ہونے کا سوال ہے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے میں بھی تمہارے جیسا ایک انسان ہوں اور تم بھی میرے جیسے ایک انسان ہو یہ واقعی شرف انسانی کے قیام کے لئے بڑا عظیم الشان اعلان ہے اور مسلمانوں کی بڑی ہی بدقسمتی ہے کہ وہ اس کو فراموش کرتے

چلے آنے کی وجہ سے نقصان اُٹھاتے چلے آ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جب یہ کہا کہ میرے حضور جھکو اور یہ کہو کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ یعنی یہ کہ جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا کی ہیں ہم ان کی قدر کرتے اور ان کو صحیح استعمال کرتے اور تیری رضا کے حصول کی کوششوں میں انہیں لگاتے ہیں اور اسی طرح ایک دوسری نعمت عظمیٰ شرف انسانی کے قیام کی صورت میں رونما ہوئی ہے یعنی ہم نے تمام بنی نوع انسان کی بحیثیت انسان عزت اور شرف اور احترام کو قائم کرنا ہے اور ایک دوسرے سے معاملہ کرتے ہوئے انسان کی عزت نفس اور اس کے انسانی شرف کا خیال رکھنا ہے اور ہمیشہ یہ یاد رکھنا ہے کہ جس سے میں مخاطب ہوں یا جس سے میں کوئی معاملہ کر رہا ہوں یا جو اپنی ضرورت کے پورا کروانے یا اپنے حق کے حصول کے لئے میرے پاس آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بحیثیت انسان میری طرح ہی عزت اور شرف رکھتا ہے یہاں تک کہ عزت نفس اور شرف انسانی کے اعتبار سے فخر انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ویسے ہی انسانی شرف کے مالک ہیں جیسے ایک دوسرے آدمی کا انسانی شرف قائم کیا گیا ہے۔ آپ یہ یاد رکھیں کہ شرف انسانی کے لحاظ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی دوسرے انسان میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس شرف انسانی کی بنیاد پر اخلاقی رفعتوں اور روحانی بلندیوں کے سامان پیدا کئے اور خدا تعالیٰ کے پاک بندوں میں ایک حرکت پیدا ہوئی اور انہوں نے انتہائی سے انتہائی بلند ہونے کی کوشش کی تو اس بلند پروازی میں سیدنا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے نکل گئے اور ایسے بلند ترین مقام کو حاصل کیا کہ اس سے زیادہ تو کیا اس جتنا بھی کسی کے لئے پانا نہ پہلوں کے لئے ممکن ہوا اور نہ پچھلوں کے لئے بھی ممکن ہوگا بعض فلسفی اعتراض کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں پابندی لگا دی؟ پابندی کا یہاں سوال نہیں ہے روحانی انعامات کے حصول میں کوئی روک نہیں ہے لیکن ہمارے علام الغیوب خدا نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ نہ پہلے اور نہ بعد میں آنے والے اخلاقی اور روحانی لحاظ سے اس بلند ترین مقام کو پہنچ سکیں گے جس بلند ترین مقام پر آپؐ پہنچے تھے۔ انسان کی تمام قوتیں جن کی شرفِ انسانی کے قائم ہونے کے بعد ابتداء ہوئی ہے ان کے لحاظ سے اس دوڑ میں تو آپ ہی آگے نکلے لیکن مقابلے میں جہاں سے دوڑ Start (سٹارٹ) یعنی شروع ہوتی ہے آپ نے دیکھا ہوگا دس پندرہ آدمی قطار میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر دوڑ شروع ہوتی ہے، اگر قطار میں سارے Competitor (مقابلہ میں حصہ لینے

والوں) کو کھڑا کر دیا جائے تو بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ اس لحاظ سے قطار میں کھڑے ہونے کی حیثیت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی دوسرے انسان میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن جب روحانی میدان میں دوڑ شروع ہوگئی تو دوسرے آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے۔

میں نے بڑا سوچا ہے اور بڑی سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس وقت دنیا میں جو ہر قسم کا فساد پایا جاتا ہے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے میرے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ انسان کو اس کا وہ شرف اور مرتبہ نہیں دیا گیا جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عطا کیا ہے۔ اگر آج ہم ایک دوسرے سے عزت و احترام کا سلوک کرنے لگیں اگر ہمارے دماغ میں ہر وقت یہ موجود رہے کہ میرا مخاطب خدا تعالیٰ کی نگاہ میں انسان ہونے کی حیثیت سے وہی مقام رکھتا ہے جتنا کہ میرا محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر قسم کا فساد مٹ سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے اخلاقی اور روحانی طور پر بلند سے بلند تر ہوتے چلے گئے اور ایسے مقام تک پہنچ گئے کہ کسی ماں کے بچے کو وہ مقام نصیب نہیں ہو سکتا یہ تو ایک حقیقت ہے لیکن اگر یہ بات مدنظر ہو کہ انسان ہونے کے لحاظ سے میرا مخاطب وہی عزت اور شرف کا مقام و مرتبہ رکھتا ہے جو انسانی لحاظ سے میرے اس محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو پھر اس کے نتیجہ میں انسانی دل میں دوسرے کے لئے جو عزت و احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ دراصل اس کا حق ہے اس سے کم نہیں اگر آج انسان انسان کو اس کا انسانی شرف اور مرتبہ دینے کے لئے تیار ہو جائے اگر آج انسان انسان کی عزت کرنے لگ جائے۔ اگر آج انسان کے دل میں دوسرے کی عزت و احترام پیدا ہو جائے تو یہ فتنے جو آج ہمیں دنیا میں نظر آ رہے ہیں یہ قتل و غارت کے جو بھیانک نظارے ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں یا ہم اخباروں میں پڑھ رہے ہیں ان کا سَو فیصدی نہیں تو نوے فیصدی ضرور علاج ہو جائے۔

پس میں اس وقت مختصراً احباب جماعت کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی عزت آپ کا شرف صرف اُس وقت تک قائم رہ سکتا ہے جس وقت تک کہ آپ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شرف اپنے دل میں اس معیار کا پیدا کریں جس معیار کا خدا چاہتا ہے کہ میرے بندے کے دل میں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور پیار پیدا ہو (میں اس وقت پیار والے مضمون کے اس حصہ کو نہیں بیان کر رہا) اور عزت و احترام پیدا ہو اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کا

تقاضا یہ ہے کہ ہر دوسرے انسان کی عزت واحترام بحیثیت انسان حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی آپ کے دل میں بھی ہو اگر یہ نہیں تو کچھ نہیں اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہ کی تو اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں ملا ہے کہ میں جماعت احمدیہ کی عزت کو اس وجہ سے کہ وہ انتہائی طور پر قربانیاں دے کر اسلام کی خدمت کر رہی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا کے دلوں میں پیدا کر رہی ہے ساری دنیا میں قائم کر دوں گا کس طرح پورا ہوگا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں یہ وعدہ بیان ہوا ہے اور اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے یہ بات کھلی ہوئی کتاب کی طرح واضح ہے لیکن آپ کے حق میں یہ وعدہ صرف اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ آپ دنیا میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بھائی کی عزت قائم کرنے والے ہوں کیونکہ ہر دوسرا انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانی بھائی ہے یا انسانی بہن ہے اگر آپ اس عزت کو قائم کرنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آپ معزز ہیں اور وہ وعدے آپ کے حق میں پورے ہو سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے دیئے گئے ہیں لیکن اگر آپ کے دل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے بھائی یا بہن کی وہ عزت نہیں جو اللہ تعالیٰ قائم کرنا چاہتا ہے تو پھر آپ کے حق میں وہ وعدے ہرگز پورے نہیں ہو سکتے۔ خدائی وعدے تو ضرور پورے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم پیدا کرے گا یا کسی اور نسل کے ذریعہ سے وہ وعدے پورے ہوں گے کیونکہ یہ خدائی وعدے ہیں جو پورے ہو کر رہیں گے لیکن آپ لوگ تو اس سے محروم رہ جائیں گے اور اس سے زیادہ کوئی بدقسمتی نہیں ہو سکتی۔

پس دوسری نعمت جو ہے وہ شرف انسانی ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ بحیثیت انسان تمام لوگ برابر ہیں یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی دوسرے انسان میں بھی بلحاظ شرف انسانی کوئی فرق نہیں ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل کیا، اللہ تعالیٰ کا وہ پیار حاصل کیا کہ جو کسی دوسرے کے لئے ممکن ہی نہیں نہ صرف یہ بلکہ آپ کے طفیل سارے بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے پیار میں سے ایک حصہ پانا ممکن ہو گیا۔ اگرچہ سب لوگوں نے اس سے حصہ پایا تو نہیں لیکن جہاں تک امکان کا تعلق ہے سارے بنی نوع انسان کے لئے قیامت تک کے لئے یہ ممکن ہو گیا کہ وہ آپ کے پیار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کا پیار حاصل کریں لیکن اگر ہم

اپنے تصور میں وہ مقام لائیں جہاں سے اخلاقی اور روحانی میدانوں میں دوڑ شروع ہوئی تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شرف انسانی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر انسان کو ساری اور یکساں حیثیت دی جائے۔ پس سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ایک شدید جذبہ ہر احمدی کے دل میں پیدا ہونا چاہئے اور وہ شرف جو خدا تعالیٰ نے انسان کو بحیثیت انسان کے دیا ہے ہماری نگاہ میں ہر دوسرا انسان اس کا مستحق ہو۔ ہمارے عمل میں اس کو یہ محسوس ہو اور ہمارے تعلقات میں اُسے یہ جلوہ نظر آئے تب جا کر وہ حسن و احسانِ اسلام کا گرویدہ ہوگا اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوگی۔

پس یہ دوسری بنیادی نعمت عظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے تقاضے میں یہ تھا کہ میں نے جو نعمتیں دی ہیں ان کا صحیح اور پورا استعمال کرو جس کو ہم دوسرے الفاظ میں یہ کہتے ہیں کہ تدبیر کو انتہاء تک پہنچاؤ۔ ایسا کرنے کے بعد پھر میرے پاس آؤ تب میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

تیسری نعمت عظمیٰ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت ہم احمدیوں کو حاصل ہے وہ خلافت راشدہ کا قیام ہے چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اس کے متعلق میں مختصراً کچھ کہوں گا چند بنیادی باتیں بتا دیتا ہوں ان کی بھی آپ کو قدر کرنی چاہئے ایک ہے خلافت اور ایک ہے خلیفہ ان دونوں میں فرق ہے۔ خلافت نظام ہے اور خلیفہ جتنی بھی اللہ تعالیٰ اس کو زندگی دے وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء سے منتخب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو مسندِ خلافت پر بٹھاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصطلاح میں خلافت قدرت ثانیہ کی مظہر ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کا وہ جلوہ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مجسم قدرت قرار دیا ہے ہمیں آپ کے وجود میں اور آپ کے مشن میں نظر آتا ہے یعنی قدرت کا یہ جلوہ قدرت ثانیہ میں بھی نظر آتا ہے۔ خلافت کے اندر اس عظیم قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب طریق اختیار کیا ہوا ہے (البتہ یہ عجیب ہماری نگاہ میں ہے اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی مشیّت تو ہمارے تصور سے بالا ہے) اور وہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کو جو بالکل کم مایہ اور ناچیز اور جو کچھ بھی نہیں ہوتا اور اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتا اس کو مسندِ خلافت پر بٹھا دیتا ہے اور اس کمزور اور کم مایہ وجود کے ذریعہ سے دراصل وہ اپنی قدرتوں کا نشان دکھانا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو چنے

جس کے متعلق دنیا پہلے ہی سمجھے کہ وہ آسمانوں پر پہنچا ہوا ہے تو پھر اس طرح تو اس قدرت ثانیہ کے جلوؤں میں بہت اشتباہ پیدا ہو جائے۔

ہماری جماعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت کے جو کرتا دھرتا لوگ تھے اور جن کا دل کرتا تھا کہ سب کچھ صدر انجمن کو مل جائے اور ہر چیز ہمارے کنٹرول میں اور ہمارے ہاتھ میں آ جائے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ سمجھے کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب جو ہمارے نہایت ہی پیارے خلیفہ اوّل ہیں ان کو منتخب کر کے خلیفہ بنالیا جائے اور بتانے والوں نے بتایا ہے اور تاریخ نے اس کو ریکارڈ کیا ہے کہ آپس میں جب باتیں کرتے تھے تو کہتے تھے کہ بڈھا ہے دو چار سال میں ختم ہو جائے گا اور پھر ہر چیز ہمارے پاس آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ یہ بظاہر عقل و ہنر رکھنے والے تھے ماہر و تجربہ کار تھے جن کے ہاتھ میں سارا اقتدار تھا مگر ان کی نگاہ میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے عالم دین یا بزرگ کی شکل میں نہیں آتے تھے بلکہ وہ انہیں ایک ایسے بڈھے کی شکل میں دیکھتے تھے جس پر عنقریب دورِ فنا آنے والا ہوتا ہے مگر وہ عظیم شخص جس پر بظاہر بڑھاپے کا عالم بھی طاری تھا جسے بڑھاپے کی کمزوریاں بھی لاحق تھیں اور جس کے متعلق یہ سمجھا گیا تھا کہ ہم جو چاہیں گے اس سے منوالیں گے۔ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوا تو ان کی ایک غلطی پر اس نے ان کو وہ جھاڑ پلائی کہ ساروں کی چیخیں نکل گئیں اور آنسو تھے کہ تھمتے نہیں تھے اس وقت وہ جلال کا جلوہ جو دنیائے احمدیت نے دیکھا اور تاریخ احمدیت نے جسے محفوظ رکھا وہ اس بوڑھے کی طاقت کا جلوہ نہیں تھا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس وعدے کا جلوہ تھا کہ میں جس کو بھی اس منصب پر فائز کروں گا میرے جلال اور جمال کو تم اس کے وجود میں مشاہدہ کرو گے۔ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوگا۔

پھر ایک زمانہ گزرا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عظیم کام لئے ہیں جو ہماری Younger Generation (ینگر جنریشن) یعنی نوجوان نسل ہے ان کو تو وہ زمانہ یاد نہیں کیونکہ ان کی پیدائش سے بھی پہلی کی بات ہے جس وقت آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو اپنے آپ کو بڑا کرتا دھرتا سمجھنے والے جماعت سے نکل گئے لیکن اعتراض یہی کرتے رہے اور پروپیگنڈا بھی اسی بات کا کرتے رہے کہ دیکھو جی ایک بچے کو چن لیا گیا ہے اس کو نہ عقل ہے نہ شعور بھلا یہ جماعت احمدیہ کا کام

کیسے سنبھال سکے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اِس بچے کو وہ سمجھ اور فراست عطا کی کہ دنیا کے بڑے بڑے دماغ اس کے سامنے جھک گئے مثلاً محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ دماغ دیا ہے لیکن دنیوی لحاظ سے یہ اعلیٰ اور عظیم دماغ اس ناتجربہ کار وجود کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوا اس لئے کہ خدا نے یہ کہا تھا کہ تم میری قدرت ثانیہ کا جلال اور جمال خلفاء میں دیکھو گے وہ قدرت ثانیہ کے رنگ میں تمہارے پاس آئیں گے چنانچہ بڑے بڑے عالم اور فاضل لوگ آپ کے پاس آئے ان سے باتیں ہوئیں ان میں عیسائی بھی تھے اور دہریئے بھی لیکن سب کو آپ کے علم وفضل کے سامنے جھکنا پڑا اُنہوں نے کہا تھا کہ یہ ناتجربہ کار ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ناتجربہ کار ہے مگر جو اس کے ساتھ لگے ہیں وہ ایک سے ہزار ہو جائیں گے اور تم جو اپنے آپ کو بڑا تجربہ کار سمجھتے ہو جو تمہارے ساتھ لگے ہیں وہ ہزار سے ایک ہو جائیں گے پس تجربہ کوئی چیز نہیں یہ بات تو صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس کا علم ہر چیز پر محیط ہے وہ لوگ تجربے کے گھمنڈ میں تھے اور خدا تعالیٰ کا یہ عاجز بندہ خدائے علام الغیوب کے علم کامل کے سہارے پر کام کر رہا ہے۔ اب دیکھو کہ تجربہ کاری کا کیا نتیجہ نکلا اور خدائے تعالیٰ کی نصرت سے کیا نتیجہ نکلا۔

پھر خلافت ثالثہ کا وقت آیا اس وقت ہماری جماعت میں بڑے عالم بڑے بزرگ بڑے ولی موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے انتخاب کی نظر مجھ عاجز کم مایہ پر پڑی اس نے اپنے قادرانہ تصرف کی انگلیوں میں مجھے لیا اور مسندِ خلافت پر بٹھا دیا۔ میں اپنی ذات میں جو ہوں وہ میں ہی جانتا ہوں آپ نہیں جانتے۔ آپ اگر میری اس کم مائیگی کا تخیل بھی کریں تو تصور میں بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے جہاں تک مجھے اپنی اس عاجزی کا علم ہے میں تو بالکل ہی ایک کم مایہ انسان ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کے فضل کی جھلک دیکھتا ہوں۔ اس کے یہ بے شمار نشانات بارش کے قطروں کی طرح نازل ہوتے ہیں مگر جتنا اللہ تعالیٰ زیادہ پیار کرتا ہے جتنی وہ زیادہ نعمتیں نازل کرتا ہے اتنا ہی میرا سر اور زیادہ اس کے حضور جھک جاتا ہے ایک دفعہ مجھے اسی کیفیت میں یہ خیال آیا کہ انسان زمین پر اپنی پیشانی رکھ کر سجدہ کیوں کرتا ہے تو مجھے میرے ذہن نے یہ جواب دیا کہ انسان زمین پر اپنی پیشانی رکھ کر اپنی عاجزی کا اظہار اس لئے کرتا ہے کہ زمین سے بھی نیچی چیز اسے کوئی اور میسر نہیں آ رہی ہوتی ورنہ وہ اور زیادہ جھک جائے۔

پس خلافت ایک نعمت ہے اگر آپ اس کی قدر کریں گے اگر آپ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں گے تو اس میں آپ کی اپنی دین و دنیا کی بھلائی ہے اور اگر آپ اس کی قدر نہیں کریں گے اور

آپ اس سے فائدہ نہیں اُٹھائیں گے تو میرا کوئی نقصان نہیں ہے اس واسطے کہ خلیفہ وقت کو اپنی ہر قسم کی عاجزی اور کم مائیگی کے باوجود خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک غنا کا مقام بھی حاصل ہوتا ہے اور اس وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ اس کی ہر طاقت اور اس کی ہر کوشش کا سہارا اور تکیہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی قوت اور اس کی طاقت یعنی اس کی نہایت اعلیٰ صفات اس کا تکیہ اور سہارا نہ ہوں تو ایک لحظہ کے لئے بھی کسی خلیفہ وقت کا زندہ رہنا ہی ممکن نہ ہو۔ جس وقت اس کی ذمہ داریوں کا ہجوم اس پر یلغار کرتا ہے یا جس وقت طعن کرنے والی زبانیں اس پر حملہ آور ہو رہی ہوتی ہیں تو اس وقت وہ اپنے ربّ کی طرف بھاگتا ہے اور اپنے ربّ میں گم ہو کر مخالف طاقتوں کی طرف منہ کرتا اور مسکراتا ہے اور اس کے لب پر یہ ہوتا ہے۔ ع

نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

اس کو کوئی فکر نہیں ہوتی اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد جگہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایسے بندے منافقوں، سست اعتقادوں اور متکبروں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور ان کو ایک مردہ کیڑے کی طرح سمجھتے ہیں اور خدا کی قسم آپ نے جو بھی فرمایا ہے بالکل سچ فرمایا ہے جس شخص نے علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھ لیا ہے کہ میرے اندر کوئی طاقت نہیں کوئی ہنر نہیں اور جس نے علیٰ وجہ البصیرت یہ یقین حاصل کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مسندِ خلافت پر اس وعدہ سے بٹھایا ہے کہ میں تیری قوت بنوں گا، میں تیرا معاون بنوں گا، میں تیرا مدبر بنوں گا اور میں تیری تدبیروں کو ان کے کامیاب نتائج تک پہنچاؤں گا۔ اس کو کس بات کی فکر ہے لیکن اس کو کس بات کا فخر اور غرور اسی واسطے ہم عاجز بندے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں خدا تعالیٰ کی ہر نعمت کو پا کر اور اس کے فضلوں کا ہر آن مشاہدہ کرنے کے بعد صرف ایک ہی نعرہ لگاتے ہیں کہ ’’لَا فَخْرَ‘‘ کہ ہم میں کوئی خوبی نہیں۔

خدا کرے کہ آپ ان تینوں قسم کی بنیادی نعمتوں کو سمجھنے لگیں اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی اپنے پیارے ربّ سے توفیق پائیں اور آپ پر اس کے قرب اور اس کے پیار کی نگاہ پڑے اور آپ کو آپ کی زندگی کا مقصد مل جائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۵/ جولائی ۱۹۷۱ء صفحہ ۲ تا ۷)

☆☆☆